49513
362

دار الافتاء
فتوی نمبر ۱۰/۲۸۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Date

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے متعلق کہ:

آسٹریلیا میں یہ قانون ہے کہ جو شخص کسی مقصد (مثلاً: وزٹ وغیرہ) کے لئے وہاں جاتا ہے، تو اسے میڈیکل انشورنس کرانا لازم ہے، جس کے بعد اس کے بیمار ہونے کی صورت میں علاج و معالجہ کا سارا خرچ اور ہسپتال کے بلوں کی ادائیگی انشورنس کمپنی کرتی ہے۔

جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ آسٹریلیا کے ویزے کے طلب گار کو ایک فارم پر کرنا پڑتا ہے، جس میں ایک شرط یہ لکھی ہوتی ہے کہ ویزے کے حصول کے لئے میڈیکل انشورنس کرانا ضروری ہے، یہ شرط منظور کرنے، انشورنس کمپنی کے فارم پر دستخط کرنے اور پریمیم کی ادائیگی کے بعد حکومت ویزا جاری کرتی ہے۔

بیمار نہ ہونے کی صورت میں ادا کردہ رقم واپس نہیں ملتی اور بیمار ہونے کی صورت میں مریض اپنا علاج کسی ہسپتال سے کراتا ہے اور علاج و معالجہ سے فارغ ہونے پر ہسپتال والوں کو انشورنس کمپنی کا معاہدہ اور کارڈ دکھاتا ہے، جس پر ہسپتال والے اس سے رقم لینے کی بجائے خرچے کا بل دے دیتے ہیں، یہ

= بل وہ انشورنس کمپنی کے دفتر جمع کراتا ہے، پھر اس کی ادائیگی
کمپنی کرتی ہے۔
اور اگر کوئی شخص کسی (جائز و ناجائز) طریقے سے میڈیکل
انشورنس کرائے بغیر چلا بھی جائے، تو اسے یہ مشکل پیش آتی ہے کہ
وہاں علاج و معالجہ بہت مہنگا ہے، انشورنس کرائے بغیر علاج کے
خرچے کو برداشت کرنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔
اب جو مسلمان لوگ وہاں مقیم ہیں، انہیں ملنے کے لئے پاکستان
یا کسی مسلمان ملک سے لوگ آتے ہیں، جن میں ان کے بوڑھے والدین اور دیگر
رشتہ دار بھی ہوتے ہیں، ان کو قانوناً میڈیکل انشورنس کرانا پڑتی ہے کہ
کہیں خدانخواستہ بیمار پڑ گئے تو علاج و معالجہ کا بھاری خرچ اٹھانا پڑے گا۔
اب شریعت کی رو سے ایسی مجبوری کی حالت میں میڈیکل انشورنس کرانا
جائز ہے؟
پریمیم (ادا کردہ رقم) سے زائد رقم (جو علاج میں خرچ ہوئی) جسے
انشورنس کمپنی ادا کرتی ہے، تو کیا انشورنس کرانے والے کو وہ زائد
رقم صدقہ کرنا واجب ہے؟ جب کہ اس زائد رقم کا ادا کرنا اس کے
لئے ممکن نہیں ہے، صرف چند لوگ ہی اسے ادا کر سکتے ہیں۔

محمد عمران (آسٹریلیا)
0333 996787 (ٹنڈو)
(جواب منسلکہ ورقی پر ملاحظہ فرمائیں) بمعرفت ہمایوں قاسم صاحب

JUC33

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامدًا ومصلیًا

مذکورہ میڈیکل انشورنس کا اصل حکم یہ ہے کہ یہ قمار (جوا) اور غرر (غیر یقینی صورتحال) کی وجہ سے شرعاً جائز نہیں۔

لیکن اگر بیرونِ ملک سفر ضروری ہو، اور قانوناً میڈیکل انشورنس کے بغیر سفر میں جانا قانوناً ممکن نہ ہو، تو ایسی صورت میں مجبوراً مذکورہ میڈیکل انشورنس کرانے کی گنجائش ہے۔ (ماخذہ فتاوی عثمانی ۳/۳۳۵)

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر اپنے پریمیم سے زائد رقم کا علاج کرائے تو اس کا صدقہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم ملک ویزے پر جائے، اور وہاں کی کسی غیر مسلم انشورنس کمپنی سے قانوناً میڈیکل انشورنس کرانا پڑے، تو اصل حکم یہی ہے کہ پریمیم سے زیادہ بل کی جتنی رقم انشورنس کمپنی نے ادا کی، اتنی رقم صدقہ کردی جائے، البتہ اگر پریمیم سے زائد علاج کی رقم صدقہ کرنے کی بالکل استطاعت نہ ہو تو ایسی صورت میں اگر وہ پریمیم سے زائد رقم صدقہ نہ کرے تو حرج کی وجہ سے اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ (عملاً بقول الطرفينؒ بجواز أخذ مال الحربي برضاه فی دار الحرب) لیکن اگر صدقہ بآسانی ممکن ہو تو پریمیم سے زائد رقم صدقہ کردی جائے۔

الهداية في شرح بداية المبتدي - (٣ / ٦٥)

قال: "ولا بين المسلم والحربي في دار الحرب" خلافا لأبي يوسف والشافعي رحمهما الله. لهما الاعتبار بالمستأمن منهم في دارنا. ولنا قوله عليه الصلاة والسلام: "لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب" ولأن مالهم مباح في دارهم فبأي طريق أخذها المسلم أخذ مالا مباحا إذا لم يكن فيه غدر

الدر المختار- (٥ / ١٨٦)

(ولا بين حربي ومسلم) مستأمن ولو بعقد فاسد أو قمار (ثمة) لأن ماله ثمة مباح فيحل برضاه مطلقا بلا غدر خلافا للثاني والثلاثة.

حاشية ابن عابدين (رد المحتار)

(قوله ولا بين حربي ومسلم مستأمن) احترز بالحربي عن المسلم الأصلي والذمي، وكذا عن المسلم الحربي إذا هاجر إلينا ثم عاد إليهم، فإنه ليس للمسلم أن يرابي معه اتفاقا كما يذكره الشارح، ووقع في البحر هنا غلط حيث قال: وفي المجتبى مستأمن منا باشر مع رجل مسلما كان أو ذميا في دارهم أو من أسلم هناك شيئا من العقود التي لا تجوز فيما بيننا كالربويات

دار الافتاء

10C34

وبيع الميتة جاز عندهما خلافا لأبي يوسف اهـ فإن مدلوله جواز الربا بين مسلم أصلي مع مثله أو مع ذمي هنا، وهو غير صحيح لما علمته من مسألة المسلم الحربي، والذي رأيته في المجتبى هكذا مستأمن من أهل دارنا مسلما كان أو ذميا في دارهم أو من أسلم هناك باشر معهم من العقود التي لا تجوز إلخ وهي عبارة صحيحة فما في البحر تحريف فتنبه

(قوله لأن ماله ثمة مباح) قال في فتح القدير: لا يخفى أن هذا التعليل إنما يقتضي حل مباشرة العقد إذا كانت الزيادة ينالها المسلم..... قلت: ويدل على ذلك ما في السير الكبير وشرحه حيث قال: وإذا دخل المسلم دار الحرب بأمان، فلا بأس بأن يأخذ منهم أموالهم بطيب أنفسهم بأي وجه كان لأنه إنما أخذ المباح على وجه عرى عن الغدر فيكون ذلك طيبا له والأسير والمستأمن سواء حتى لو باعهم درهما بدرهمين أو باعهم ميتة بدراهم أو أخذ مالا منهم بطريق القمار فذلك كله طيب له أهـ ملخصا.

فانظر كيف جعل موضوع المسألة الأخذ من أموالهم برضاهم، فعلم أن المراد من الربا والقمار في كلامهم ما كان على هذا الوجه وإن كان اللفظ عاما لأن الحكم يدور مع علته غالبا

بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية – (٥ / ١٩٢)

وأما شرائط جريان الربا (فمنها) أن يكون البدلان معصومين، فإن كان أحدهما غير معصوم لا يتحقق الربا عندنا، وعند أبي يوسف هذا ليس بشرط، ويتحقق الربا، وعلى هذا الأصل يخرج ما إذا دخل مسلم دار الحرب تاجرا فباع حربيا درهما بدرهمين، أو غير ذلك من سائر البيوع الفاسدة في حكم الإسلام أنه يجوز عند أبي حنيفة ومحمد، وعند أبي يوسف لا يجوز

دار الإفتاء

البحر الرائق، دارالكتاب الاسلامي – (١ / ٢٠٢)

وفي معراج الدراية معزيا إلى فخر الأئمة لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال(أي أقوال ضعيفة) في مواضع الضرورة طلبا للتيسير كان حسنا اهـ.

وفي أصول الافتاء وآدابه للشيخ محمد تقي العثماني(ص:١٩٨)

ولكن صرح عدة من الفقهاء بانه قديجوز العمل او الافتاء برواية ضعيفة اوقول مرجوح لضرورة اقتضت ذلك،وحاصل كلامهم انه لايجوز الاخذ بالاقوال الضعيفة بالتشهي،ولكن اذا ابتلي الرجل بحاجة ملحة وسع له ان يعمل لنفسه بقول ضعيف او رواية مرجوحة

00035

(وقال في ص:۲۰۰)وحاصل ماذكره ابن عابدين رحمه الله تعالي أن العمل

بالمرجوح يجوز في حالتين:

الاولي:حالة الضرورة و دفع الحرج الشديد،

والثانية:إذا كان المفتي من اهل الاجتهاد في المذهب،وإن كان اجتهاده جزئيا

مجلة الأحكام العدلية – (۱ / ۱۹)

(المادة ۳۲) : الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة أو خاصة.......... والله سبحانه وتعالی اعلم

محمد فیصل کراچوی عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۹/ربیع الثانی/۱۴۳۷ھ

۱۹/جنوری/۲۰۱۶ء

الجواب صحیح

محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

۱۳/۵/۳۷

الجواب صحیح

اصغر محمود اشرف عفا اللہ

۱۶/۵/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۶/۵/۳۷ھ

الجواب صحیح

عبد المنان عفی عنہ

۱۶/۵/۱۴۳۷

الجواب صحیح

۲۰/۵/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

شاہ محمد تفضل علی عفی عنہ

۱۶/۵/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

۱۶/۵/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

عبد

۲۰/۵/۱۴۳۷ھ

دارالافتاء

فتویٰ نمبر ۱۴۸۳/۱۰

۲۱/۵/۳۷ھ

۳۱/۲/۲۰۱۶